تفسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیع): تفسیر بالماثور اور سلف صالحین کا امتزاج

Tafsīr Maarif al-Qur'an (Muftī Muhammad Shafī'): A Combination of *Tafsīr Bi al-Māthūr,* and *Salaf Sāliheen*

Muhammad Zohaib Hanif

Specialist (Islamiyat), Aga Khan University Examination Board, Karachi

Abstract

Crafting a commentary on the Holy Qur'an is not just an intellectual pursuit; it is a timeless art that requires a profound scholarly commitment. A commentator transcends the conventional role of a mere interpreter; they embody the qualities of a seasoned religious scholar, a meticulous lexicographer, and a dedicated custodian of Islamic history. Their intellectual breadth encompasses intricate subjects such as science and philosophy, and their scholarly pursuits extend to a diligent study of previous inspired texts, coupled with a comprehensive grasp of the vast reservoir of hadiths. Additionally, they remain acutely attuned to the dynamic conditions of their contemporary era. With a wealth of expertise garnered across these diverse fields, their interpretation of the Holy Quran's verses is deeply rooted in a lifetime of accumulated knowledge. Each exegete, however, brings a unique style to the interpretation of the Qur'an, enhancing the richness of understanding the sacred verses. The individuality of their approach contributes to the nuanced tapestry of comprehending the Holy Quran, emphasizing its multifaceted nature and profound impact .The intrinsic value of comprehending the ayaat of the Holy Qur'an can't be overstated. Since the inception of this nation in the name of Islam, it has been a magnet for great personalities who migrated here (Pakistan), and their enduring

contributions continue to shape and benefit society. Among these luminaries was 'Mufti Muhammad Shafi,' a polymath who concurrently served as a mufti, jurist, and commentator. His Tafseer 'Tafseer Ma'arif al-Qur'an,' spanning eight volumes, stands as a testament to comprehensive scholarship. Within this Tafseer, one encounters 'signs' and 'sayings of Salaf,' woven into historical narratives and discussions on contemporary ijtihad issues. This comprehensive approach underscores the enduring significance and relevance of Maulana's interpretation in the ever-evolving landscape of Islamic understanding.

Key words: Translation, Usloob-e-Tafseer, Fiqhi Masail, Ijtihad, Reality of Bismillah, Blood Transplant, Qibla, taking oath, eating with people of the book, Aathar o Riwayaat

قرآنِ مجید کی تفسیر لکھنا ایک مستقل فن ہے۔ ایک مفسر، خالی مفسر ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ دین کا ایک عالم بھی ہوتا ہے، وہ ماہرِ لغت بھی ہوتا ہے، وہ اسلامی تاریخ پر بھی دسترس رکھتا ہے۔ وہ علم الکلام اور فلسفہ جیسی مشکل بحثوں پر بھی عبور رکھتا ہے۔ وہ سابقہ الہامی کتب بھی پر نظر رکھتا ہے اور اس کے ساتھ روایات (احادیث) پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنے وقت کے حالات کا ادراک بھی رکھتا ہے۔ ان تمام علوم پر دسترس رکھنے کے بعد جب وہ قرآنِ مجید کی آیات کی شرح وضاحت کرتا ہے تو اس تشریح کے پیچھے اس کی زندگی بھر کے حاصل کیے گئے علوم بھی ہوتے ہیں۔ تاہم! ہر ایک مفسر کا قرآنِ مجید کی تفسیر کرتے وقت ایک الگ انداز ہوتا ہے، کوئی 'آثار' کو ملحوظ رکھتا ہے تو کوئی 'رائے' کو، کوئی 'فقہ' کو تو کوئی 'علم الکلام' کو۔ مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ 'قرآنِ مجید کی آیات کا فہم ہے۔' چوں کہ یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس لیے اس ملک میں ان عظیم ہستیوں نے بھی ہجرت کی کہ جن کے کام اور محنت سے لوگ آج استفادہ کر رہے ہیں۔ ان ہستیوں میں سے ایک 'مفتی محمد شفیع' بھی تھے۔ جو بیک وقت، مفتی، فقیہ اور مفسر تھے۔ آپ کی تفسیر 'تفسیر معارف القرآن' (آٹھ جلدوں میں) ایک معرکۃ الآراء تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں 'آثار' بھی ہیں، 'سلف کے اقوال' بھی ہیں۔ تاریخ بھی ہے اور جدید اجتہادی مسائل بھی ہیں۔ یہاں مولانا کی تفسیری محاسن کو قلم بند کیا جائے گا۔

معارف القرآن تفسیر معارف القرآن سلف کے نہج پر لکھی گئی اردو کی بہترین تفسیروں میں سے ایک ہے۔ یہ تفسیر ۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کا مقدمہ مفتی شفیع کے بیٹے 'مفتی تقی عثمانی صاحب' نے لکھا ہے جس میں انھوں نے علوم القرآن پر تفصیلی بحث کی ہے جس میں تغیر کے اصول تاریخ قرآن وغیرہ شامل ہے۔ اس مقدمہ کی ابتدا صفحہ ۱۹ ہو کر ۵۸ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ اصل میں مفتی تقی کی اپنی معروف کتاب معلوم القرآن کا خلاصہ ہے۔ صاحبِ ذوق اگر 'علوم القرآن' پر تفصیل سے پڑھنا

چاہیں تو اردو زبان میں اس سے بہتر کتاب ابھی تک میسر نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کتاب میں مولانا نے طلبہ کے تمام لوازمات کو شامل کیا ہے۔

تفسیر معارف القرآن لکھنے کی ابتداء:

تفسیر چوں کہ ایک فن ہے، یعنی ایسا فن ہے جس کے لیے سالہا سال کی محنت درکار ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی وجہ ایسی بن جاتی ہے کہ پھر اس پر کام جب شروع کیا جاتا ہے تو جب تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتا، سکون نہیں ملتا۔ معارف القرآن کی ابتداء کب ہوئی اور یہ کام کتنے عرصے تک جاری رہا اور پھر مولانا کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں، مثلاً، خلاصہ کے طور اس کی ابتدا کچھ یوں ہے کہ ریڈیو پاکستان نے مولانا سے فرمائش کی جو کہ انھوں نے قبول نہ کیا، تاہم! دوسری بار ریڈیو پاکستان نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ مکمل قرآنِ مجید کی تشریح نہ ہو، بس جو عام لوگوں کی ضروریات ہیں، انھیں آیات کا انتخاب کر کے ہفتہ وار اس سلسلہ کی ابتدا کر لی جائے۔ جسے مفتی صاحب نے قبول کر لیا، اور ۱۹۵۴ کو یہ سلسلہ شروع ہوا، لیکن کچھ عرصے بعد یہ معاملہ رک گیا، اس وقت سورہ ابراھیم کی تفسیر اپنے اختتام ہی کو پہنچی تھی۔[1]

مفتی صاحب نے یہ سلسلہ اصل میں عوام الناس کے لیے کیا تھا تاکہ لوگوں میں قرآن کا شعور پیدا ہو اور پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو قرآن سے شغف رکھنے والے لوگوں کا تقاضا زور پکڑتا گیا اور یہاں تک کہ لوگوں کے ساتھ علمائے کرام کے بھی تقاضے آنے شروع ہو گئے کہ کہ قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی جائے۔

بیماری اور تفسیر:

کچھ لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ وہ مسائل جیسے کہ معاشی مسائل یا کسی بیماری میں مبتلا ہو جانا وغیرہ، میں گھر جاتے ہیں لیکن جو پُر عزم اور استقلال کا مظاہر کرتے ہیں ان کے لیے یہ تمام چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ مفتی صاحب بھی ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے جہاں سے واپسی آنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے باوجود باہمت اور قرآن کی خدمت کا شوق انھیں دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر لکھنے کے بعد مفتی صاحب کو مختلف بیماریوں نے جکڑ لیا، اور 'ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے کہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے یہاں تک کہ دل کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا، نوبت یہاں تک آ گئی کہ مفتی صاحب نے بقیہ کام اپنے بیٹے مفتی محمد تقی عثمانی کے سپرد کر دیا۔ ایک حسرت ہی رہ گئی، لیکن اللہ والے ہمت نہیں ہارتے، وہ پر عزم، پر جوش اور ان کے اندر جذبۂ استقامت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ مفتی صاحب کے ساتھ بھی ہو۔ انھوں نے کم ہمتی نہیں دکھائی بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام سے وہ صحت یاب ہو گئے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عظیم کام کروانا تھا بحمدہٖ تعالیٰ نہ صرف صحت یاب ہوئے بلکہ اسی ہمت سے یہ کام شروع کیا اور تقریباً تین مہینے کے عرصے میں دوبارہ اپنی آب و تاب کے ساتھ جہاں سلسلہ رکا تھا، وہیں سے شروع کیا، جس روز مفتی صاحب نے یہ تفسیر کا عظیم کام دوبارہ شروع کیا اسی روز ان کی عمر کے ۷۷ سال ختم ہو کر ۷۸ واں سال شروع ہوا۔'[2]

ترجمہ کی نوعیت:

تفسیر معارف القرآن میں مولانا نے محمود الحسن (اسیر مالٹا)، شاہ عبد القادر اور مولانا اشرف علی تھانوی کے تراجم سے استفادہ کیا ہے۔ ترجمہ کرنا اتنا آسان نہیں ہے، اس کے لیے پورے زبان کا جاننا یعنی کہ اس کے محاورات، استعارے، روزہ مرہ میں استعمال ہونے والے الفاظ کا نہ صرف جاننا ضروری ہے بلکہ بہ وقتِ ضرورت بولا بھی جا سکے۔ ساتھ ہی ایک مترجم کے لیے ترجمہ

کرتے وقت یہ بھی ذہن میں رکھتا ہوتا ہے کہ وہ جو ترجمہ میں الفاظ استعمال کر رہا ہے وہ اصل کے کتنے قریب ہیں۔ مفتی شفیع عربی زبان کے نہ صرف اداشناس تھے، بلکہ عربی زبان کی تاریخ سے بھی واقف تھے۔یعنی ان کی عربی 'اظہر من الشمس' تھی، لیکن اس کے باوجود انھوں نے تین مترجمین پر یعنی شیخ الہند (مفتی محمود الحسن)، شاہ عبد القادر اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمے پر ہی اکتفا کیا ہے۔"[3]یعنی مفتی صاحب نے اپنی تفسیر میں دو مستند ترجمے ایک حضرت شیخ الہند کا جو دراصل شاہ عبد القادر کا ہے دوسرا حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ترجمہ۔"[4]اپنی تفسیر میں شامل کیا ہے۔

ایک مترجم کو ترجمہ کرتے وقت زبان کے اسلوب کے ساتھ ایک اہم مسئلہ یہ بھی پیشِ نظر ہوتا ہے کہ لوگوں کی زبان کس طرح کی ہے، لوگوں کا فہم کیسا ہے۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ ایسے الفاظ یا جملے لکھتا ہے جو نہ صرف آسان ہوں بلکہ قابلِ تفہیم بھی ہوں۔ یادرہے! مفتی محمود الحسن، شاہ عبد القادر اور حکیم الامت کا ترجمہ اگرچہ پرانا ہے، تاہم آج بھی لوگوں کے لیے قابل فہم ہے، تاہم! آج کی اردو زبان جس طرح بولی جاتی ہے، یقیناً ایک عام قاری کے لیے ترجمہ تھوڑا سا مشکل ہے۔ اس ضمن میں اگر ترجمہ میں دقت ہو تو مفتی شفیع ہی کے بیٹے جناب مفتی تقی عثمانی صاحب کا آسان ترجمہ پڑھا جا سکتا ہے۔

اسلوبِ تفسیر:

تفسیر معارف القرآن اسلاف کے منہج پر مبنی تفسیر ہے۔یعنی مفتی صاحب نے سلفِ صالحین کے اصولوں پر تفسیر کی ہے۔ اگرچہ یہ تفسیر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بیان القرآن سے لی گئی ہے، تاہم! مولانا نے مشکل الفاظ کی تشریح کر دی ہے۔

فقہی مسائل:

اس تفسیر میں فقہی مسائل میں فقہ حنفی سے استنباط کیا گیا ہے اس طرح اس کو جو عنوان دیا ہے وہ "معارف و مسائل" ہے۔ یہ مولانا کا اپنا کام ہے۔ تاہم! تفسیر میں فقہی مسائل کا جس طرح مفتی صاحب نے استنباط کیا ہے وہ نہ صرف علمائے کرام کے لیے بلکہ عوام کے لیے فائدہ مند ہے۔ ہر ایک مسئلے کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے، تاکہ قرآن کے طالب علم کے لیے کوئی تشنگی نہ رہ جائے۔ سب سے اہم خاصہ یہ ہے کہ تفسیر چوں کہ آثار پر لکھی گئی ہے تو ہر آیت سے اخذ کیے گئے مسائل روایات کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کا آپس میں تعلق جڑا رہے۔

معارف القرآن کے تفسیری نظائر

روایات کی روشن میں فقہی اور اجتہادی مسائل

معارف القرآن کے مطالعہ سے ایک حقیقت اور واضح ہو جاتی ہے کہ مفتی شفیع صاحب اجتہادی مسائل میں نہ صرف دسترس رکھتے تھے بلکہ وحی (قرآن) اور روایات کی روشنی میں ان کا حل بھی بتاتے جاتے ہیں یعنی ایک عام قاری اگر مطالعہ کر رہا ہے تو ساتھ ساتھ اس کے لیے یہ بھی تشفی ہوتی جاتی ہے کہ جو اس کے ذہن میں سوالات آتے جاتے ہیں ساتھ ساتھ حل بھی ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں چند فقہی اور اجتہادی مسائل کو از روئے تفسیر سپردِ قرطاس کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی حقیقت:

قرآنِ مجید کی ہر سورت (سوائے سورۃ التوبہ) کی ابتدا 'بسم اللہ' سے ہوتی ہے۔ جب ہر سورت کے ابتدا میں آئی ہے تو یقیناً اس کے اپنے فضائل ہیں۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی کام اللہ کے نام سے شروع کیے بغیر نہ کیا جائے۔ تمام انبیا چوں کہ

ایک ہی دین لے کر آئے ہیں یعنی کہ اسلام، تو تمام انبیا بھی ہر چیز کی ابتدا اللہ کے نام سے ہی کرتے تھے۔ اس ضمن میں صاحبِ تفسیرِ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی کہ یہ قول (خلاصہ) 'اس آیت کا مضمون کوئی آج کا نہیں ہے، بلکہ ماضی میں جو دوسرے مذاہب تھے ان میں کسی نہ کسی طور پر ابتدا کرنے کی رسم چلی آرہی تھی ساتھ ہی مولانا کے نزدیک اس کے الفاظ ہی ایسے ہیں دل گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ الفاظ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم ابتدا ہی سے دی ہو گی۔"[5]

اس ضمن میں صاحبِ تفسیرِ عروۃ الوثقیٰ، عبد الکریم اثری 'نے اپنی تفسیر میں بسم اللہ کی فضیلت سے کے حوالے سے مختلف روایات لے کر آئے ہیں مثلاً، 'وہ ایک روایت لے کر آتے ہیں، کہ کوئی بھی کام شروع کرو تو بسم اللہ سے کرو، کھانا کھانے، پانی پینے وضو کرنے، تمام کاموں کی ابتدا اللہ کے نام سے کی جائے۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع کرنے اس بات کا اعلان کیا جاتا ہے کہ میرے اندر کا ضمیر کا پاک باز ہے میری نیت میں کوئی فتور نہیں ہے۔ متعلق روایات کے حوالے سے لکھتے ہیں ہے۔۔۔'[6]

مفتی شفیع نے بسم اللہ سے متعلق مختلف فقہی مسائل اخذ کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی حقیقت واضح کی ہے، اس کی تفصیلات کچھ یوں ہے (ملخص):

- زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے کاموں کی ابتدا اللہ کے نام کے بہ جائے اپنے بنائے ہوئے بتوں کے نام سے کرتے تھے۔
- بسم اللہ سے شروع کرنے کا حکم اور اس جاہلیت کی رسم مٹانے کے لیے قرآن مجید کی ابتدائی آیت حضرت جبرائیلؑ لے کر آئے اور قرآنِ مجید و فرقانِ حکیم کو باری تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا۔
- کسی بھی کام کی ابتدا کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ اپنی زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی پھیر دے اور قدم قدم پر اپنی وفاداری کی تجدید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا وجود اس کی مشیت کے سوا کچھ نہیں ہے۔
- ایک غیر مسلم بھی اپنے معاملات سرانجام دیتا ہے یعنی کھاتا پیتا ہے، لیکن ایک مسلمان اپنے پہلے لقمے سے ہی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ یہ تمام نعمتوں کا تیار ہونا میرے بس میں کہاں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے اسے تمام عمل سے گذارا اور میرے منہ یہ نوالہ یا گھونٹ عطا کیا۔
- مومن اور کافر میں دونو میں بنیادی فرق ہے یہ ہے کہ مومن اور کافر دونوں سوتے جاگتے ہیں، لیکن مومن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، یعنی اٹھنا، بیٹھنا، سونا، چلنا پھرنا، کھانا، ہر وقت اللہ کا نام لینا اس بات کی تصدیق کرتا ہے وہ ہر وقت باری تعالیٰ کے ساتھ رابطے میں ہے اور اس کی تمام حاجتیں اللہ کی عبادت میں لکھی دی جاتی ہیں۔۔۔"[7]

مفتی شفیع فقہی مسائل میں بسم اللہ کو نماز میں کیسے پڑھا جائے، اس میں مذہبِ حنفی کی پیروی کرتے ہیں، یعنی 'پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ سری پڑھی جائے یا جہری، تاہم اس کے بعد کسی سورت کے بعد بھی بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے کیوں کہ روایات سے یہ بات ثابت نہیں، یہاں تک کہ چاروں خلفا کے آثار سے بھی ثابت نہیں۔"[8]

مفسرین اور مفتی شفیع کی 'بسم اللہ' کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ

- بسم اللہ کے مظاہر دوسرے تمام مذاہب میں موجود تھے۔
- زمانۂ جاہلیت میں لوگ کام شروع کرنے سے قبل اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔
- آپ ﷺ تمام کاموں کی شروعات باری تعالیٰ کے بابرکت نام سے کیا کرتے تھے۔

- مومن اپنے کام کی ابتدا میں اللہ کا نام لے کر اس سے رابطے کی تجدید کرتا ہے۔
- نماز میں اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے، جب کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد کسی بھی سورت شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہیے، یہ کیوں کہ یہ عمل نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے، بلکہ چاروں خلفا کے عمل سے بھی ثابت نہیں ہے۔

انتقالِ خون:

موجودہ زمانے میں نت نئے سائنسی ایجادات اور سائنسی ترقیاں عروج پر ہیں۔ عصرِ حاضر میں جہاں حد سے زیادہ ٹیکنالوجی کے استعمال میں خرابیاں نظر آتی ہیں، وہیں ان کے فوائد بھی نظر آتے ہیں۔ اعضا کی پیوند کاری اور انتقالِ خون وغیرہ یہ وہ کام ہیں جن پر ماضی میں حد بندیاں تھیں۔ تاہم! علمائے کرام نے اس پر غور و فکر کیا اور چند شرائط کے ساتھ اس کی حلت بھی بیان کیں ۔مثال کے طور پر انتقالِ خون پر ایک عرصے تک حد بندی تھی۔ آج سے پچاس سال قبل انتقالِ خون پر بات کرنا آج کے مقابلے میں اتنا آسان نہیں تھا، لیکن مفتی شفیع صاحب نے دلیل سے اس کی حلت بیان فرمائی، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 173[9] کے ضمن معارف و مسائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ انسانی خون انسان کا جزو ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس ہے اس کا اصل تقاضہ تو یہی ہے کہ انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا دووجہ سے حرام ہے اول تو یہی ہے کہ اعضاء انسانی کا احترام واجب ہے اور یہ اس احترام کے منافی ہے دوسرے اس لئے کہ خون نجاستِ غلیظ ہے اور نجس چیزوں کا استعمال ناجائز ہے لیکن اضطراری حالات اور عام معالجات میں شریعت اسلام کی دی ہوئی سہولتوں میں غور کرنے سے امور ذیل ثابت ہوئے ہیں: اول یہ کہ خون اگرچہ جزو انسانی ہے مگر اس کو کسی دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے انسان میں کاٹ چھانٹ اور آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آتی انجیکشن کے ذریعے خون نکالا اور دوسرے کے بدن میں ڈالا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی مثال دودھ کی سی ہے ہوگئی جو بدن انسانی سے بغیر کاٹ چھانٹ کے نکل اور دوسرے انسان کا جزو بنتا ہے اور شریعت اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ کو اس کی غذا قرار دیا ہے اور ماں پر اپنے بچوں کو دودھ پلانا واجب کیا، جب تک وہ بچوں کے باپ کے نکاح میں رہے ، طلاق کے بعد ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ بچوں کو رزق مہیا کرنا باپ کی ذمہ داری ہے وہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے۔۔۔ اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں کیوں کہ دودھ بھی خون کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ اور جزو انسان ہونے میں مشترک ہے فرق صرف یہ ہے کہ دودھ پاک اور خان ناپاک تو حرمت کی پہلی وجہ یعنی جزو انسانی ہونا تو یہاں وجہ

ممانعت نہ رہی، صرف نجاست کا معاملہ رہ گیا۔ علاج دوا کے معاملے میں بعض فقہا نے خون کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے۔ اس لئے انسان کا خون دوسرے کے بدن مین منتقل کرنے کا شرعی حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں جائز نہیں، مگر علاج و دوا کے طور پر اس کا استعمال اضطراری حالت میں بلاشبہ جائز ہے۔ اضطراری حالت سے مراد یہ ہے کہ مریض کی جان کا خطرہ ہو اور کوئی دوسری دوا اس کی جان بچانے کے لئے موثر یا موجود نہ ہو۔ اور جان دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو ان شرطوں کے ساتھ خون دینا اس نص قرآن کی رو سے جائز ہے۔"[10]

عطیہ خون کتنا ہونا چاہیے:

اگرچہ مفتی صاحب نے بہ وقتِ ضرورت خون دینے کی شرعی حیثیت بیان کی ہے، تاہم! جدید طبی ترقی میں ایک بات یہ بھی واضح کر دی گئی ہے کہ کتنا خون دیا جاسکتا ہے، مثلاً:

- ۶۵ سال تک ہر صحت مند آدمی، جسے کوئی بیماری نہ ہو، وہ خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔
- خون دینے کا وقفہ ایک بار دینے کے بعد تین ماہ کا ہونا چاہیے۔
- جو لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں، انھیں خون دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- تقریباً آٹھ بار ہی خون دینا چاہیے۔
- خون دینے کے بعد موگرمی کے موسم میں جوس وغیرہ جب کہ سردی کے موسم کے نیم گرم دودھ پینا چاہیے۔
- خون دینے کے لیے مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں (عورتیں اس وقت خون نہ دیں جب وہ حمل سے ہوں)۔[11]

قبلہ کی سمت میں معمولی اختلاف:

ماضی میں ایسا ہوتا تھا کہ قبلے کی سمت میں معمولی سے اختلاف کی صورت میں پوری مسجد کو شہید کر دیا جاتا تھا یا یہ کہہ دیا جاتا کہ یہاں نماز نہیں ہوتی، اس ضمن میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 144 کے معارف و مسائل میں مفتی صاحب نے ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے جنھوں نے قبلہ کی سمت میں معمولی سے اختلاف کی وجہ سے یہاں تک کہہ دیا کہ 'نماز نہیں ہوتی جس سے نہ صرف مسئلہ کھڑا ہو گیا بلکہ امت میں انتشار بھی پیدا ہو گیا ہے۔ دینِ اسلام قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے ہر دیہات و جزائل میں بسنے والے مسلمان اپنے اپنے مشاہدات پر عمل کریں، نہ کہ آلات لائے جائیں اور ان کی روشنی میں پھر تعین کیا جائے۔ معمولی سی انیس بیس یعنی پانچ یا دس ڈگری کا فرق ہو جائے تو اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے ہوتا، نماز ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق، کہ مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ کی سمت ہے۔[12]

قبلے کی سمت کی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ

- دین آسان ہے، اللہ تعالیٰ آسانیاں چاہتا ہے۔
- ماضی میں لوگ قبلے کی معمولی سی تبدیلی یعنی سمت میں اختلاف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

- دین تمام دنیا کے لیے یعنی ہر علاقے کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی شرط نہیں رکھی کہ اگر معمولی سا فرق آجائے تو نماز نہیں ہوگی، وغیرہ۔
- اگر معمولی سا فرق بھی آجائے تو نہ مسجد شہید کی جائے گی اور نہ کچھ اور معاملہ ہوگا، بلکہ باقاعدہ نماز ہوگی۔

قسم کھانے سے متعلق فقہی مسائل:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر[13] ۸۹ میں قسم کے مختلف احکامات بیان فرمائے ہیں، اس پر مفسرین نے اپنی اپنی آراء دیں ہیں۔

اس آیت سے میں قسم کھانے سے متعلق مسائل بیان ہوئے ہیں، یعنی لغو قسم کھانے سے کیا معاملات ہوتے ہیں، پختہ ارادے سے قسم کھانے سے کیا کیا معاملات ہوتے ہیں، وغیرہ، اس ضمن میں صاحب تفسیرِ ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

> ''ایمان جمع ہے یمین کی اور یہ یمین بمعنی برکت سے ماخوذ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کیوں کہ قسم سے بھی حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ معاہدے پورے کیے جاتے ہیں، اس لیے یمین (برکت والی چیز) کہہ دیا گیا۔ یمین لغو وہ ہے جس میں قسم اٹھانے کی نیت نہیں ہوتی بلکہ اثناء کلام میں واللہ باللہ کے الفاظ بلا سوچے سمجھے منہ سے نکل جاتے ہیں، ایسی قسم کا کوئی کفارہ نہیں۔ لیکن وہ قسم جو نیت اور ارادے سے اٹھائی گئی ہو اور پھر انھیں پورا نہ کیا جائے تو اس قسم کو توڑنے پر باز پرس ہوگی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ کفارے کی تین صورتیں ہیں (۱) دس آدمیوں کو کھانا کھلادے (۲) یا انھیں کپڑے پہنادے جن سے ان کے جسم کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔۔۔ (۳) یا غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان تینوں صورتوں میں کسی ایک پر بھی قدرت نہیں رکھتا تو پھر تین دن لگاتار روزہ رکھے۔''[14]

مفتی شفیع قسم سے متعلق تفصیلات زیادہ بیان کرتے ہیں، کیوں کہ آج کل لین دین اور معاملات میں جس طرح بات بات پر لوگ قسم کھاتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سمجھیں کہ قسم کب اور کیوں کھائی جاتی ہے۔ یہاں خلاصہ کے طور پر لکھا جاتا ہے:

- ''پہلی صورت یہ ہے کہ ایسی قسم جو جان بوجھ کر کھالی جائے اس کو شریعت میں 'یمینِ غموس' کہتے ہیں جیسے کسی نے کوئی کام کیا ہے اور اس کے باوجود قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اگرچہ اس طرح کی قسم کھانے سے کفارہ تو نہیں ہوتا لیکن یہ گناہِ کبیرہ کے زمرے میں آتا ہے، اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔
- دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ماضی میں کوئی واقعہ ہوا ہو، لیکن حقیقت میں وہ واقعہ نہیں ہوا ہو، اس پر کوئی شخص قسم کھالے جب کہ وہ حقیقت میں غلط ہو۔ اسی طرح کسی شخص کے آنے پر پختہ یقین ہو کہ وہ آئے گا لیکن، وہ نہیں آیا یعنی اس میں جان بوجھ کر کسی کو دکھ دینا شامل نہیں ہے، بلکہ اس میں اپنی سچائی بیان کرنی ہوتی ہے، جو کہ نادانستگی میں غلط ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی قسم کھانے کو 'لغو' کہتے ہیں۔ اس پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی کفارہ۔

- تیسری صورت یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے حوالے سے کوئی قسم کھالی کہ میں فلاں کام کردوں گا، یعنی عہد کرلیا، اور وقت آنے پر وہ کام نہیں کیا تو اس طرح کی قسم کو منعقدہ کہا جاتا ہے۔ اس کا کفارہ لازمی ہے۔ یعنی کم از کم دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا غلام (اب غلامی ختم ہوگئی ہے) کو آزاد کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو لگاتار تین دن کے روزے رکھے۔۔"[15]

ایک بات کی حقیقت واضح کردی جائے کہ جو بھی قسم کھائی جائے گی، اس میں نیت کا عمل دخل لازمی ہوگا۔ یعنی بندۂ مومن کا ضمیر خود گواہی دے گا کہ آخر اس نے کون سی قسم کھائی ہے، کیوں کھائی ہے، اس کا ارادہ کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

اہلِ کتاب کا کھانا:

عام طور پر مفسرینِ کرام اہلِ کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ ان کے ساتھ میل ملاپ کی صورتوں میں سب سے اہم مسئلہ کھانے کا ہے یعنی، ان کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال ہے یا نہیں، خاص کر آج کے دور میں جس طرح دنیا ایک گلوب ولیج بن چکی ہے، جہاں ایک ساتھ مسلم و غیر مسلم، دونوں ساتھ رہتے ہوں، اس صورتِ حال میں کون سی احتیاطی تدابیر کرنی چاہییں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ۔[16]

مذکورہ آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری کی تحقیق یہ ہے کہ 'وہ جانور جسے کسی یہودی یا عیسائی وغیرہ نے قربان کے وقت حق تعالیٰ کا نام لیا ہو، تو وہ اگر مسلمان کو کھانے کی صورت میں پیش کرے تو تمام ائمہ کے نزدیک وہ کھانا جائز ہے اور اس کے حلال ہونے پر تمام ائمہ نے اتفاق کیا ہے۔۔'[17]

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا روٹی، دال وغیرہ اہلِ کتاب کا جائز ہے اس حوالے سے مفسرین نے کچھ خاص بحث نہیں کی، مفتی شفیع صاحب نے اس کی بھی تفصیل لکھ دی ہے۔ یعنی 'روٹی آٹا، دال چاول پھل وغیرہ یہ وہ چیزیں ہیں جن پر تذکیہ کی ضرورت نہیں پڑتی، اس صورت میں اگر لین دین ہو جائے تو مسلمان ان کا کھانا کھا سکتا ہے، اور اسی طرح مسلمانوں کا کھانا ان کے لیے بھی حلال ہے۔۔"[18]

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ

- کتابی لوگوں کا کھانا مسلمانوں کھا سکتے ہیں اس اسی طرح مسلمانوں کا کھانا کتابی لوگ کھا سکتے ہیں۔
- اہلِ کتاب نے اگر تذکیہ کیا ہو یعنی اللہ کا نام لیا ہو تو مسلمانوں کے لیے جائز ہے، ورنہ نہیں۔
- لیکن اس کے علاوہ جن چیزوں پر تذکیہ کرنے کی ضرورت نہیں، وہ سب ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں، جیسے، دال، روٹی، پھل اور سبزی وغیرہ۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا آیت سے مسائل کا استنباط

ایک مفسر اور مجتہد کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ قرآنی آیات کو مختلف زاویوں سے نہ صرف دیکھتا ہے بلکہ ان آیات سے مسائل کا استنباط بھی کرتا ہے یہ خاصہ مفتی شفیع صاحب کا بھی ہے۔ مثلاً، کھانے پینے میں اسراف سے متعلق قرآنی آیت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا[19] اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی مت کرو۔ (ترجمہ مفتی تقی عثمانی)۔ اس ضمن میں مولانا لکھتے ہیں:

"وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کے کلمات سے آٹھ مسائل شرعیہ نکلے اول یہ کھانا پینا بقدر فرض ہے' دوسرے یہ کہ جب تک کسی چیز کی حرمت کی دلیل شرع سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز حلال ہے، تیسرے یہ کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے ممنوع کر دیا ان کا استعمال اور اسراف ناجائز، چوتھے یہ کہ جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی اسراف اور سخت گناہ، پانچواں یہ کہ پیٹ بھر جانے کے بعد اور کھانا ناجائز ہے، چھٹے یہ کہ اتنا کم کھانا جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدر نہ رہے درست نہیں ہے، ساتویں یہ کہ ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا اسراف ہے، آٹھویں یہ بھی اسراف ہے کہ جب کبھی کسی چیز کو جی چاہے ضرورت نہیں اس کو حاصل کرے۔"[20]

بیماری و امتحانات میں نمبروں کا سرٹیفکٹ بہ طورِ شہادت

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸[21] میں مذکور لفظ 'شہادت' کے حوالے سے مختلف بحثوں کے بعد ایک اہم بحث موجودہ زمانے کے حوالے سے بہت خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار پڑ جائے اور وہ نوکری پر جانے سے قاصر ہے تو ڈاکٹر کا سرٹیفکٹ اس کے لیے 'گواہی' ہے کہ وہ واقعی بیمار ہے۔ اسی طرح طلبہ امتحان میں جو نمبر حاصل کرتے ہیں، اصل میں ان کے نمبر وہ 'گواہی' ہیں جو انھوں نے حاصل کیے ہیں۔ البتہ اگر جھوٹے نمبر یا جھوٹا سرٹیفکٹ دیا تو یقیناً جھوٹی شہادت کے زمرے میں آئے گا اور اس کا گناہ سخت ہو گا۔'[22]

آثار و روایات:

چوں کہ معارف القرآن تفسیر بالماثور کی روشنی میں لکھی گئی ہے، تو تقریباً ہر آیت میں روایت اور اسلاف کے اقوال کے نظر آئیں گے، یعنی قرآن کی کوئی آیت ہے تو اس کا شانِ نزول کے ساتھ روایات میں اس کی تفصیل کس طرح بیان ہوئی ہے، پھر آثار کی روشنی میں سلف کے اقوال نقل کرتے ہیں، مثلاً ابن کثیر کے حوالہ جات اکثر ملیں گے۔ ساتھ ہی حضرت ابن عباس کے اقوال آیات کے ضمن میں ملیں گے۔ جس سے آیت کی تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

تاریخ:

معارف القرآن میں مفتی شفیع صاحب نے جگہ جگہ سابقہ کتب میں موجود تاریخی واقعات کو بھی بیان کیا ہے، لیکن اصل قرآن کو رکھا ہے، جہاں اختلاف نظر آیا، وہاں قرآن کو اصل مانا ہے۔ اسرائیلیات میں سے بھی ان کو لیا جو قرآن کے قریب ہیں۔ اسی طرح عہدِ رسالت میں جو تاریخی واقعات رونما ہوئے ہیں، ان کو تفصیل سے بیان کیا، مثلاً غزوات کو دیکھا جائے تو قرآن میں موجود تمام غزوات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح جہاں جہاں قرآن کے حوالے سے ضرورت پیش آئی وہاں انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کا حوالہ بھی دے دیا جس میں قرآنِ مجید کا اعجاز بیان ہوا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا بھر کی موجودہ کتابوں سے سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے"[23]

تفسیر معارف القرآن سے متعلق تفصیلات درج کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے:

- معارف القرآن سلف کے منہج پر لکھی گئی ایک تفسیر ہے۔

- ترجمہ سے متعلق مفتی صاحب شاہ عبد القادر اور مولانا اشرف علی تھانوی سے استفادہ کرتے ہیں۔ تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی کے اقوال کی تسہیل کرتے ہیں۔
- مختلف مفسرین کے جگہ جگہ طبری، ابن کثیر وغیرہ کے حوالہ جات 'معارف القرآن میں نظر آئیں گے۔ فقہی معاملات میں حنفی مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔
- فقہی معاملات میں خاص کر جدید مسائل اور ان کا حل بھی پیش کرتے ہیں۔ جیسے، انتقال خون وغیرہ۔

معارف القرآن بحیثیت مجموعی تفسیر بالماثور ہے!

بحیثیتِ مجموعی دیکھا جائے تو معارف القرآن آثار کے تمام اصولوں پر مبنی ہے مفتی صاحب نے ہر ہر آیت کے پیش نظر (جہاں تک ممکن ہو سکے) روایت سے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سلف کے اقوال کو بھی سامنے رکھا جہاں ممکن ہو سکا انہوں نے سلف کے اقوال کو بھی اپنی تفسیر میں شامل کیا، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر معارف القرآن، 'تفسیر بالماثور' ہے۔

References

---

[1] -.Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/64

[2] Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/68,69

[3] .Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/65

[4] .Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/71

[5] .Tadabur-e-Quran, Maulana Ameen Ahsan Islahi, Faran Foundation , Lahore, Nov. 2009, I/46

[6] . Tafseer Urvatul Vusqa, Abdul Karim Asri, Maktabatul Asria, Gujrat, Lahor, Pakistan, Dec. 1994, I/90

[7] .Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/74

[8] .Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/77

[9] ۔ آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہے: اس نے تو تمھارے لیے بس مردار، جانور، خون اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جب کہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یقیناً اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ (ترجمہ، مفتی تقی عثمانی)

[10].Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/420,421

[11]. Islam aur Jadid Medical Science, Dr. Muhammad, Shaukat Shokani, Maktaba Danial, Urdu Bazar, Lahore, Page no.2811. Islam aur

[12] .Mariful Qur’an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, I/383

[13] ۔ آیت نمبر ۸۹ کا ترجمہ کچھ یوں ہے: نہیں پکڑتا اللہ تم کو تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھادیتا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھتے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کو اسی طرح بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے حکم تا کہ تم احسان مانو۔ (ترجمہ مفتی شفیع)

[14] .Ziaul Quran, Peer Karam Shah Al Azhari, Ziaul Quran Publications, Lahore, 1995, I/504

[15].Mariful Qur'an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, 1/222,223

[16] .Al-Quran: 5:5

[17] .Ziaul Quran, Peer Karam Shah Al Azhari, Ziaul Quran Publications, Lahore, 1995, 1/442

[18] .Mariful Qur'an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, 3/47

[19].Al-Quran, 7: 31

[20].Mariful Qur'an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, 3/547

[21] ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔

[22] Mariful Qur'an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, 3/547

[23] . Mariful Qur'an, Mufti Shafi, Maktaba-e- Mariful Quran, Karachi, 1/163